السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

بعد الصلوۃ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا کیسا ہے اور دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا کیسا ہے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں منہ پر ہاتھ پھیرنے والی روایت میں اہل علم کے دو قول ہیں: (۱) ضعیف۔ (۲) حسن لغیرہ ہے۔ اس بارہ میں محترم دوست مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ایک مضمون ہفت روزہ جریدہ الاعتصام جلد۴۸ شمارہ ۶ میں شائع ہوا تھا تحقیق کی خاطر اس کا مطالعہ فرمالیں۔

کیا دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا بدعت ہے؟

الاعتصام کے شمارہ نمبر۴۱ جلد۴۷۔ ۳جمادی الثانیہ بمطابق ۲۷ اکتوبر۱۹۹۵ء میں مولانا جاوید اقبال سیالکوٹی صاحب کا ایک مضمون ''دعا کرنے کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا'' کے عنوان سے شائع ہوا۔ جس میں انہوں نے اس موضوع سے متعلقہ دو احادیث پر تنقید کی ہے۔ ایک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی جو ابن ماجہ اور ابوداود وغیرہ میں مروی ہے اور دوسری حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جو جامع ترمذی وغیرہ میں منقول ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بلوغ المرام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

«اخرجہ الترمذی ولہ شواہد منہا عند ابی داود من حدیث ابن عباس وغیرہ ومجموعہا یقتضی بانہ حدیث حسن»

کہ اسے ترمذی نے نکالا ہے اور اس کے اور شواہد ہیں۔ ان میں سے ایک ابوداود کے ہاں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے اور ان شواہد کا مجموعہ اس بات کا مقتضی ہے کہ یہ حدیث حسن ہے مولانا جاوید اقبال صاحب فرماتے ہیں کہ اس باب کی تمام احادیث حسن لغیرہ تک بھی نہیں پہنچتیں۔ اس لیے یہ شواہد بننے کے قابل نہیں۔ نیز لکھتے ہیں کہ ''اس طرح کی حدیث ابوداود میں سائب بن یزید سے آتی ہے وہ بھی ضعیف ہے'' یہی نہیں بلکہ انہوں نے علامہ عز بن عبدالسلام سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''دعا کے بعد منہ پر ہاتھ جاہل ہی پھیرتا ہے''۔

انہوں نے اپنی اس تحقیق کا تمام تر مدار علامہ البانی حفظہ اللہ کی تحقیق پر رکھا ہے چنانچہ سلسلة الاحادیث الصحیحہ ج ۲ ص ۱۴۶ میں یہ بحث دیکھی جا سکتی ہے۔ اسی طرح علامہ البانی نے ان احادیث کو ضعیف الترمذی، ضعیف ابی داود، ضعیف ابن ماجہ میں ذکر کیا ہے۔ جن کا حوالہ خود مولانا جاوید صاحب نے بھی دیا ہے۔

ان کی معلومات میں اضافہ کے لیے عرض ہے کہ علامہ البانی نے ارواء الغلیل ج ۲ ص ۱۷۸ سے ص ۱۸۲ تک میں انہی روایات پر تفصیلاً نقد کیا ہے۔ نیز ابوداود میں ''سائب بن یزید'' سے نہیں بلکہ سائب بن یزید عن ابیہ یعنی یزید بن سعید الکندی سے روایت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بارے میں جامع ترمذی کے نسخے امام ترمذی کا کلام نقل کرنے میں مختلف ہیں۔ علامہ البانی حفظہ اللہ نے الارواء میں ''حدیث صحیح غریب'' اسی طرح علامہ قرطبی نے تفسیر ج، ص۲۲۵ اور حافظ عبدالحق نے بھی ان کا قول ''صحیح غریب'' نقل کیا ہے۔ بعض میں ''حسن صحیح غریب'' ہے۔ اور اکثر وبیشتر نسخوں میں صرف ''غریب'' ہے۔ (1) اس کی سند میں حماد بن عیسیٰ الجہنی ضعیف ہے۔ متروک یا کذاب نہیں۔ البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں صالح بن حسان متروک ہے جیسا کہ تقریب میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ مگر اس کا متابع ''عیسیٰ بن میمون'' ہے۔ جیسا کہ امام محمد بن نصر نے قیام اللیل ص ۲۳۶ میں ذکر کیا ہے اور علامہ البانی نے بھی ''الاروائ'' میں اسے نقل کیا ہے مگر وہ بھی ضعیف ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب ص ۴۱۱ میں کہا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ایک اور سند سے سنن ابی داود میں مروی ہے جسے امام ابوداود نے عبداللہ بن یعقوب عن من حدثہ عن محمد بن کعب سے روایت کیا ہے مگر اس کی سند میں عبدالملک بن محمد بن ایمن مجہول ہے۔ (تہذیب، ج 6 ص 419 تقریب ص 334) اور عبداللہ بن یعقوب کے استاد کا نام ہی نہیں کہ وہ کون ہے؟ علامہ البانی نے سلسلة الصحیحہ، ج ۲ ص ۱۴۶ میں کہا ہے کہ:

«علتہ الرجل الذی لم یسم وقد سماہ ابن ماجہ ہو غیرہ صالح بن حسان کما بینتہ فی تعلیقی علی المشکاة ۲۲۴۳ وہو ضعیف جدا»

اس کی علت یہ ہے کہ راوی کا نام نہیں لیا گیا۔ ابن ماجہ وغیرہ نے اس کا نام صالح بن حسان لیا ہے۔ جیسا کہ میں نے مشکوٰۃ کی تعلیقات میں حدیث نمبر ۲۲۴۳ میں بیان کیا ہے، اور وہ سخت ضعیف ہے''۔ ''

مگر حیرت کی بات ہے کہ علامہ البانی نے مشکوٰۃ کی اس محولہ روایت کے بارے میں کچھ بھی نہیں کیا۔ البتہ حدیث نمبر ۲۲۵۵ کے تحت ''سائب بن یزید عن ابیہ''کی جو روایت ہے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ ابوداود میں ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔ اور ارواء الغلیل میں لکھتے ہیں:

(ہذا سند ضعیف عبدالملک ہذا ضعفہ ابوداود وفیہ شیخ عبدا بن یعقوب الذی لم یسم فہو مجہول ویحتمل ان یکون ہو ابن حسان... او ابن میمون» الخ (الارواہ: ج 2 ص 180»

یہ سند ضعیف ہے عبدالملک کو ابوداود نے ضعیف کہا ہے اور عبداللہ بن یعقوب کے استاد کا نام نہیں لیا گیا پس وہ مجہول ہے ۔ احتمال ہے کہ وہ صالح بن حسان ہے یا عیسیٰ بن میمون ہے ۔ غور فرمائیے یہاں انہوں نے دونوں کا احتمال ظاہر کیا ہے ۔ سلسلۃ الصحیحۃ جیسا وثوق یہاں نہیں ۔ نیز یہ بھی احتمال ہے کہ مراد ابوالمقدام ہشام بن زیاد ہو ۔ کیونکہ سلوا بطون اکفکم الخ کے علاوہ باقی الفاظ یعقوب نے اسی کے واسطہ سے بیان کیے ہیں ۔ جیسا کہ علامہ المزی نے (تہذیب الکمال ج22ص258،257) میں کہا ہے ۔ بہر حال یہ مبہم راوی صالح بن حسان ہو یا عیسی بن میمون یا ابوالمقدام ، ضعیف ہے ، بلکہ صالح اور ابوالمقدام متروک ہیں ۔ لیکن عبدالملک کے بارے میں علامہ البانی کا کہنا ''ضعفہ ابوداود'' (امام ابوداودؒ نے اسے ضعیف کہا ہے) قطعاً درست نہیں ۔ امام ابوداود رحمہ اللہ نے تو فرمایا ہے ''وہذا الطریق امثلہا وہو ضعیف'' کہ محمد بن کعب سے اس روایت کے جتنے طرق مروی ہیں وہ سب کمزور ہیں ۔ اور یہ طریق سب سے امثل ہے حالانکہ وہ بھی ضعیف ہے ۔ امام ابن قطان رحمہ اللہ نے اسے مجہول کہا ہے ۔ تہذیب ج ٦ ص ٤١٩ اور تقریب میں بھی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے مجہول ہی قرار دیا ہے ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ایک اور سند سے مستدرک حاکم ، ج ٤ ص ٢٧٠ میں مذکور ہے مگر محمد بن معاویہ اس کا راوی متروک ہے ۔ امام دار قطنی وغیرہ نے کذاب کہا ہے ۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت مختلف طرق سے مروی ہے اور وہ سب ضعیف ہیں ۔ مگر ان میں دو کا ضعف شدید ہے کہ ان کے راوی متروک ہیں اور دو کا ضعف بوجہ مجہول اور ضعیف راوی کے ہے ۔

تیسری حدیث : یہی روایت حضرت یزید رضی اللہ عنہ بن سعید بھی بیان کرتے ہیں ۔ جیسے امام ابوداود ، ج ا ص ٥٥٤ ۔ اور امام محمد بن خلف الوکیع نے اخبار القضاء ج ا ص ١٠٧ میں ذکر کیا ہے مگر یہ سند بھی ضعیف ہے کیونکہ ابن لہیعۃ ضعیف اور اس کا استاد حفص بن ہاشم مجہول ہے ۔

یہ ہیں وہ شواہد و متابعات جن کی بناء پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مجموعی طور پر اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے ۔ مگر ہمارے مولانا جاوید صاحب علامہ البانی کی اتباع میں ان سے متفق نہیں ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا اس پر حسن حدیث کی تعریف صادق آتی ہے یا نہیں ۔ یہ بات تو کسی صاحب علم پر مخفی نہیں کہ حسن لغیرہ کی تعریف میں یہی کہا گیا ہے کہ اس کے راوی متہم بالکذب نہ ہوں ۔ وہ روایت شاذ نہ ہو اور اگر ضعف راوی کے مجہول ہونے یا ضعیف ہونے کی بناء پر ہو اور وہ متعدد اسانید سے مروی ہو یا اس کے اسی درجہ کے شواہد ہوں تو وہ روایت حسن لغیرہ ہوگی ۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی حسن کی تعریف میں انہی شرائط کا ذکر کیا ہے ۔ بنا بریں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دو سندوں سے مروی حدیث اور حضرت یزید رضی اللہ عنہ بن سعید کی حدیث جو بوجہ ضعف راوی فرداً فرداً ضعیف ہیں مگر ان کے راوی کذاب اور متروک نہیں ، نہ ہی وہ شاذ ہیں تو ان کے مجموعہ کو حسن نہیں کہیں گے تو اور کیا کہیں گے ؟

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا عمل

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

(حدثنا ابراہیم بن المنذر قال حدثنا محمد بن فلیح قال اخبرنی ابی عن ابی نعیم وہو وہب قال رایت ابن عمر و ابن الزبیر یدعوان یدیران بالراحتین علی الوجہ'' (الادب المفرد ص 159 حدیث 609»

کہ وہب بن کیسان فرماتے ہیں ، میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا وہ دعاء کرتے اور اپنی ہتھیلیوں کو اپنے منہ پر ملتے تھے ۔ یہ اثر سنداً حسن ہے بلکہ حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے ''الامالی'' میں اسے صحیح قرار دیا ہے اور اس کے سب راوی صحیح بخاری کے ہیں ۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا عمل

امام محمد بن نصر مروزی معتمر سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو کعب عبد ربہ بن عبید الازدی صاحب التحریر کو دیکھا کہ وہ ہاتھ اٹھا کر دعاء کرتے جب دعاء سے فارغ ہوتے تو اپنے ہاتھوں کو منہ پر ملتے ۔ میں نے ان سے پوچھا آپ نے ایسا کرتے ہوئے کسے دیکھا ہے ؟ تو انہوں نے فرمایا : حسن بصری رحمہ اللہ اسی طرح کرتے تھے ۔ (قیام اللیل ص 236) امام احمد رحمہ اللہ نے بھی حضرت حسن رحمہ اللہ بصری کے اسی اثر کا ذکر کیا ہے ۔ چنانچہ جب ان سے قنوت وتر میں منہ پر ہاتھ پھیرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا :

الحسن یروی عنہ انہ کان یمسح بہا وجہہ فی دعائہ اذا دعا» (مسائل الامام احمد روایت ابن عبدا ، ج ٢ ص ٣٠٠) کہ «حسن بصری رحمہ اللہ» سے اس کے بارے میں مروی ہے کہ وہ جب دعا کرتے ، ہاتھوں کو منہ پر پھیرتے تھے'' »

۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے الامالی میں حضرت یزید بن سعید رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرنے کے بعد کہا ہے ۔

لکن للحدیث شاہد الموصولین (کذا فی الاصل) والمرسل و مجموع ذلک یدل علی ان للحدیث اصلا ویؤیدہ ایضا ما جاء عن الحسن البصری باسناد حسن وفیہ رد علی من زعم ان ہذا العمل بدعۃ وأخرج البخاری فی الادب المفرد عن وہب بن» (کیسان قال رایت ابن عمر و ابن الزبیر یدعوان فیدیران الراحتین علی الوجہین ہذا موقوف صحیح یقوی بہ الرد علی من کرہ ذلک» (انتہی ملخص

لیکن اس حدیث کے دو موصول اور ایک مرسل شاہد ہیں ۔ اور ان کا مجموعہ اس پر دال ہے کہ اس حدیث کی اصل ہے اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حسن بصری سے یہ عمل منقول ہے اور اس سے اس شخص کی تردید ہوتی ہے جو کہتا ہے کہ یہ عمل بدعت ہے ۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ''الادب المفرد'' میں وہب بن کیسان سے نقل کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ دعاء کرتے اور اپنے ہاتھوں کو منہ پر ملتے تھے یہ موقوف صحیح ہے اور اس سے اس کی سخت تردید ہوتی ہے ۔ جو اسے مکروہ سمجھتا ہے ۔

مرسل حدیث

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''الامالی'' میں جس مرسل روایت کا اشارہ کیا ہے غالباً اس سے مراد امام زہری رحمہ اللہ کی مرسل روایت ہے جسے امام عبدالرزاق نے ذکر کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ۔

کان رسول ا یرفع یدیہ بحذاء صدرہ اذا دعا ثم یمسح بہما وجہہ» مصنف عبدالرزاق, ج 3 ص 123»

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے توسینے کے برابر ہاتھ اٹھاتے پھر ان کو منہ پر ملتے ۔ یہ روایت گو مرسل ہے مگر دیگر روایات اس کی مؤید ہیں ۔ جیسا کہ پہلے تفصیل گزر چکی ہے بلکہ امام عبدالرزاق نے یہ روایت معمر رحمہ اللہ کے واسطہ سے نقل کی ہے ۔ اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ ''رأیت معمراً یفعلہ'' (میں نے معمر کو دیکھا وہ اسی طرح دعا کے آخر میں منہ پر ہاتھ پھیرتے تھے) امام زہریؒ کی اس مرسل پہ راوی کا یہ عمل اس کا مزید مؤید ہے ۔ امام اسحاق بن راہویہ کا شمار عظیم فقہائے محدثین میں ہوتا ہے ۔ وہ بھی اس کے قائل تھے ۔ چنانچہ امام محمد بن نصر المروزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں : ''رأیت اسحاق یستحسن العمل بھذہ الاحادیث'' قیام اللیل ص 232

کہ میں نے دیکھا امام اسحاق رحمہ اللہ ان روایات پر عمل مستحسن سمجھتے تھے ۔ امام احمد رحمہ اللہ بن حنبل سے بھی اسی بارے میں دو قول منقول ہیں ۔ ایک تو یہ کہ دعائے وتر کے بعد منہ پر ہاتھ نہ پھیرے جائیں جیسا کہ امام ابوداود رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے اور دوسرا یہ کہ منہ پر ہاتھ پھیرنا مستحب ہے جیسا کہ علامہ ابن قدامہ نے المغنی ج ا ص ۷۸٦ ، اور علامہ شمس الدین ابن قدامہ نے الشرح الکبیر ج ا ص ۷۲۴ میں ذکر کیا ہے ۔ نیز دیکھیں قلع (ج ا ص ۱۸۵) جبکہ علامہ المروزی نے کہا ہے منہ پر ہاتھ پھیرے جائیں ۔ ''وھوالمذھب فعلہ الامام احمد'' (یہی مذہب ہے امام احمد رحمہ اللہ نے ایسا کیا ہے) صاحب مجمع البحرین نے کہا ہے کہ یہی روایت زیادہ قوی ہے ۔ الکافی میں ہے کہ یہ اولیٰ (ہے الخ ۔ (الانصاف, ج3ص 173

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ منہ پر ہاتھ پھیرنے چاہیں تو انہوں نے فرمایا :

ارجوان لایکون بہ بأس وکان الحسن اذادعا مسح وجھہ وقال سئل ابی عن رفع الایدی فی القنوت یمسح بھما وجھہ قال لا بأس بہ یمسح بھما وجھہ قال عبدا ولم أرابی یمسح بھما وجھہ » بدائع الفوائد, ج4 ص 113»

مجھے امید ہے کہ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ۔ حسن بصری رحمہ اللہ جب دعا کرتے منہ پر ہاتھ پھیرتے تھے ۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے والد (امام احمد) سے سوال ہوا کہ قنوت میں دعاء کے بعد ہاتھ منہ پر پھیرنے چاہیں ؟ انہوں نے فرمایا : اس میں کوئی حرج نہیں ۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو منہ پر ہاتھ پھیرتے نہیں دیکھا ۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ اسی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

فقد سھل ابو عبدا فی ذلک وجعل بمنزلۃ مسح الوجہ فی غیر الصلوۃ لانہ عمل قلیل ومنسوب الی الطاعۃ واختیار ابی عبدا ترکہ » بدائع, ج4 ص 113»

یعنی امام ابو عبداللہ احمد رحمہ اللہ نے اس میں آسانی پیدا کی ہے اور اسے نماز کے علاوہ منہ پر ہاتھ پھیرنے کے برابر قرار دیا ہے کیونکہ یہ عمل قلیل ہے اور اطاعت (وعبادت) کی طرف منسوب ہے ۔ البتہ امام احمد رحمہ اللہ نے منہ پر ہاتھ نہ پھیرنے کو پسند کیا ہے ۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کے اس بیان سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ نماز کے علاوہ دعاء کے اختتام پر منہ پر ہاتھ پھیرنے میں امام احمد رحمہ اللہ کا انکار نہیں ۔ البتہ نماز میں منہ پر ہاتھ پھیرنے میں ان کا انکار ہے اور اس پر ان کا عمل نہیں لیکن اگر نماز میں بھی منہ پر ہاتھ پھیر لیا جائے تو اسے ''لا بأس بہ'' کہتے ہیں ۔ بلاشبہ علامہ عزبن عبدالسلام نے دعاء کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنے کے بارے میں سخت ترین موقف اختیار کیا ہے کہ ایسا کرنے والا جاہل ہے مگر علامہ مناوی رحمہ اللہ نے فیض القدیر ج ا ص ۳٦۹ میں کہا ہے کہ یہ ان کی بہت بڑی لغزش ہے ۔ علامہ البانی بلاشبہ علامہ مناوی سے متفق نہیں مگر ان سے پہلے یہی بات علامہ الغزی رحمہ اللہ نے السلاح میں بھی کہی ہے ۔ چنانچہ علامہ ابن علان کہتے ہیں ۔

قال فی السلاح وقول بعض العلماء فی فتاویہ ولا یمسح وجھہ بیدیہ عقب الدعاء الا جاہل محمول علی انہ لم یطلع علی ہذہ الاحادیث » الفتوحات الربانیۃ, ج 7 ص 258»

یعنی ''السلاح'' میں کہا ہے کہ بعض علماء کا اپنے فتویٰ میں یہ کہنا کہ دعاء کے بعد منہ پر ہاتھ جاہل ہی پھیرتا ہے ۔ اس بات پر محمول ہے کہ انہیں ان احادیث کی خبر نہیں ہوئی ۔ ظاہر بات ہے کہ اگر اس باب کی تمام مرفوع روایات اگر علامہ ابن عبدالسلام کے نزدیک ضعیف ہیں تو کیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا عمل بھی ضعیف ہے ؟ پھر کیا جس پر امام حسن بصری رحمہ اللہ کا عمل ہو ۔ امام معمر رحمہ اللہ ۔ امام احمد رحمہ اللہ اور امام اسحاق بن راہویہ بھی اس کے قائل ہوں اس پر عمل کرنے والے کو جاہل کہا جا سکتا ہے ؟

حیرت ہے کہ علامہ البانی فرماتے ہیں کہ المجموع میں علامہ النووی رحمہ اللہ نے علامہ ابن عبدالسلام رحمہ اللہ کی موافقت کی ہے اور منہ پر ہاتھ پھیرنے کو غیر مندوب قرار دیا ہے (الارواء ج2ص 182) حالانکہ علامہ النووی رحمہ اللہ نے شرح المہذب (ج ۳ص ۵۰۵-۵۰۱) میں دعائے وتر کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنے کے بارے میں کہا ہے صحیح یہ ہے کہ منہ پر ہاتھ نہ پھیرے جائیں اور لکھا ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ علامہ الرافعی رحمہ اللہ وغیرہ کا بھی یہی موقف ہے یوں نہیں کہ دوسرے اوقات میں بھی دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنے کو انہوں نے غیر صحیح کہا ہے بلکہ انہوں نے کتاب الاذکار کے آخر میں آداب دعا کو ذکر کرتے ہوئے تیسرا ادب یہ بیان کیا ہے ''استقبال القبلۃ ورفع الیدین ویمسح بھما وجھہ فی اخرہ'' کہ دعا قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھا کر کی جائے اور آخر میں دونوں ہاتھوں کو منہ پر پھیرا جائے ۔ اس لیے امام نووی رحمہ اللہ کو علامہ ابن عبدالسلام رحمہ اللہ کا ہمنوا کہنا قطعاً صحیح نہیں ۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی دعائے قنوت میں اس عمل کا انکار کیا ہے ۔ نماز سے خارج اوقات میں نہیں چنانچہ ان کے الفاظ ہیں ۔

فاما مسح الیدین بالوجہ عند الفراغ من الدعاء فلست احفظ عن احد من السلف فی دعاء قنوت وان کان یروی عن بعضھم فی الدعاء خارج الصلوۃ » الخ –السنن الکبری ج 2 ص 212»

کہ قنوت میں دعاء کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنے کے بارے میں مجھے سلف سے کوئی چیز معلوم نہیں ، اگرچہ ان میں سے بعض سے نماز کے علاوہ دعا کے بعد ہاتھ پھیرنا مروی ہے مگر نماز میں یہ عمل نہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے نہ کسی اثر سے اور نہ قیاس سے ، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ نماز میں یہ نہ کیا جائے '' ۔

جب امام بیہقی رحمہ اللہ بھی نماز کے علاوہ دعاء کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنے کے بارے میں بعض سلف کا عمل ذکر کرتے ہیں تو مطلقاً اس عمل کو بدعت یا مکروہ قرار دینا قطعاً درست نہیں بلکہ امام احمد رحمہ اللہ کے قول سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ وتروں میں دعائے قنوت کے اختتام پر بھی منہ پر ہاتھ پھیرتے تھے اور اسی بناء پر انہوں نے اسے بھی ''لا بأس بہ'' کہا ہے حنابلہ کا عموماً مذہب بھی یہی ہے اور شوافع میں بھی قاضی ابو الطیب ، امام الحرمین ابو محمد الجوینی ، ابن الصباغ ، المتولی ، شیخ نصر ، امام غزالی رحمہم اللہ اور ابوالخیر مصنف البیان اسے مستحب قرار دیتے ہیں ۔ ان حضرات کا استدلال انہی عام روایات اور آثار سے ہے ۔ اہل علم کو ان سے اختلاف کا حق ہے اور اختلاف کیا بھی گیا ہے ۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی بالآخر یہی فرمایا ہے کہ ''فالاولی ان لایفعلہ'' (بہتر یہ ہے نماز میں منہ پر ہاتھ نہ پھیرے جائیں) امام احمد رحمہ اللہ نے بھی ''لا بأس بہ'' کہنے کے باوجود خود اس پر عمل نہیں کیا ۔ لہٰذا اسے بدعت قرار دینا بہت بڑی جسارت (2) ہے ۔ فقہاء اور ائمہ مجتہدین کے مابین یہ اختلاف افضل اور غیر افضل میں ہے ۔ بدعت یا سنت ہونے میں نہیں ۔ ہمارے نزدیک اسی مسئلہ میں محتاط قول و عمل امام احمد رحمہ اللہ کا ہے کہ عموماً دعاء کے بعد تو منہ پر ہاتھ پھیرے جائیں گے لیکن دعائے قنوت میں احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے کیونکہ اس کے متعلق کوئی صحیح اور صریح روایت نہیں جیسا کہ امام بیہقی نے فرمایا ہے لیکن اگر کوئی اس باب کی احادیث و آثار کے عموم سے وتروں میں بھی دعاء کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرتا ہے تو ہم اسے بدعت نہیں کہتے ۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

---

(1) ملاحظہ ہو الاذکار للنووی مع الفتوحات الربانیۃ ج۷، ص۲۵۸

(2) جواب۔ مولانا جاوید سیالکوٹی کے مضمون مطبوع الاعتصام میں دعاء کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنے کو بدعت نہیں کہا گیا تھا۔ البتہ ہفت روزہ اہل حدیث جلد۲۶ میں دعا کے موضوع پر مطبوعہ ایک مضمون میں یہ الفاظ آئے تھے۔ (لکھتے وقت غالباً یہ مضمون بھی مولانا اثری صاحب کے پیش نظر رہا ہے۔ (ن۔ح۔ن

احکام و مسائل

نماز کا بیان ج1ص201

محدث فتویٰ